غیر ملکی طلباء کی ملک بدری کے قانونی وآئینی پہلو

ڈاکٹر فاروق حسن

وفاقی حکومت نے ایک سرکاری حکم نامے کے تحت تمام غیر ملکی طلباء جن کا تعلق مسلمان یا عرب ممالک سے ہے کوفی الفور ۳۱ دسمبر ۲۰۰۵ء تک ملک چھوڑنے کا حکم دیا۔ یہ ایک ایسا اقدام ہے جس کی مذمت یا حوصلہ افزائی صرف سیاسی بنیادوں پر نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ اس کے قانونی پہلوؤں کو پرکھنا بھی لازم ہے۔ کیونکہ اسی قسم کی کارروائی اگر ان ممالک میں کی جائے جہاں پاکستانی اسٹوڈنٹس پڑھتے ہیں تو پھر اس کا ردعمل کیا ہوگا؟ اس بات کو سیاسی طور پر حکومتی جماعت نے اس طرح پیش کیا ہے یہ بڑا اہم موڑ ہے کیونکہ ایسے طلباء دہشت گردی میں شاید ملوث ہوسکتے ہیں۔ جب کہ حزب اختلاف کا موقف ہے کہ ایسا کرنے سے پاکستان کے اسلامی دنیا سے روابط میں کمزوری رونما پذیر ہوگی۔ قطع نظر ان سیاسی امور کے اصل بات جس کا چرچہ یا تجزیہ ابھی تک کیا ہی نہیں گیا۔ اس کا تعلق اس راقم کی رائے میں اس ناگزیر بحث سے ہے جس کی بنیاد آئین وقانون پر ہے۔ گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد امریکہ وانگلستان نے اس طرح کا کوئی حکم نامہ جاری نہیں کیا جس کے نتیجہ میں تمام مسلمان یا عرب طلباء کو ان کے ملک سے نکال دیا گیا ہو۔ کیونکہ ایسا کرنا قانوناً جائز ہی نہ تھا۔ گیارہ ستمبر کے واقعہ میں ۱۹ میں ۱۵ ہائی جیکر سعودی عرب کے باشندے اور باقیوں میں کم ازکم دو کا تعلق مصر سے تھا۔ لیکن امریکہ نے سعودی عرب یا مصر کے طلباء کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی لیکن اس کے برعکس پاکستان میں جہاں پر بظاہر ایسے طلباء نے کوئی غیر قانونی بات سرزد نہیں کی بلا امتیاز تمام اسلامی ممالک کے اسٹوڈنٹس کو یہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ مندرجہ بالا موازنے سے یہ نتیجہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ جن بیوروکریٹس نے پاکستانی پالیسی کی تشکیل دی ہے وہ نہ تو بین الاقوامی صورتحال کو گہرائی سے جانتے ہیں اور نہ ہی انھوں نے بظاہر میری رائے میں متعلقہ قانون و آئین کا سطحی مطالعہ ہی کیا ہے۔

بین الاقوامی قانون کے تحت جس کا ذکر Hilsinki قانون میں درج ہے یہ بات واضح ہے کہ آج کل کی دنیا میں اگر کسی فرد کے کاغذات سفر مکمل ہوں تو اس کو قانوناً نہیں روکا جاسکتا اور مزید یہ کہ پڑھائی کے لیے یہ بات مسلمہ حقیقت کی حامل ہے کہ مہذب ممالک اس مقصد کے لیے آسان طریقہ کار اپناتے ہوئے ویزے جاری کرتے ہیں۔ پاکستان کا غیر قانونی امیگریشن میں بڑا شہرہ ہے۔ اکثر افراد اسٹوڈنٹس ویزے لے کر ہی بیرون ملک سفر کرتے ہیں۔ جب کہ ان

میں سے بیشتر کا پڑھائی لکھائی سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ اب سونے پہ سہاگہ یہ کہ پاکستان میں جب کوئی پڑھنے آجائے تو اس سے وہ سلوک کیا جاتا ہے جس کی مثال شاید دنیا میں نہیں ملتی۔ میری اطلاع ومطالعہ کی روشنی میں اس طرح کا بے مقصد قدم کسی ملک نے پچھلے سو سال میں نہیں اٹھایا کہ غیر ملکی طلباء کو بغیر کسی انکوائری اور بغیر کسی جرم ثابت ہونے کے ملک بدری کا حکم دے دیا جائے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ پاکستان کی شہرت جو بھی ہو وہ یقیناً درس وتدریس کے میدان میں نہیں۔ لہٰذا اگر ہم سے بھی غریب وہ ملک جن میں پڑھائی کی سطح وطن عزیز سے بھی کم ہو بد قسمتی سے پاکستان کی طرف رجوع کریں تو ایسا سلوک کس طرح جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے آئین کے تحت اس سلسلے میں آرٹیکل ۹، ۱۰، ۱۴، ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۵ اور ۲۹ کی واضح طور پر خلاف ورزی کی گئی ہے۔ ان تمام آئینی تقاضوں کا مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان میں شہری ہو یا غیر شہری ہر فرد کے پڑھائی لکھائی کے مواقع وتعلیمی اداروں تک رسائی قانوناً تسلیم کی گئی ہے اور تب ہی کسی کو تعلیمی ادارے سے نکالا جاسکتا ہے اگر وہ ایسے جرم کا مرتکب پایا جائے جس کا تعلق اس کی پڑھائی کے شعبے سے ہو یعنی عام جرم کرنے سے بھی کسی کو تعلیمی اداروں سے نہیں نکالا جاسکتا تو دوسرا یہ کہ اگر ایسا جرم ثابت ہو بھی جائے کہ کسی فرد کو تعلیمی ادارے میں مزید نہیں رکھا جاسکتا تو ملک بدری کا قانونی پراسس ہی مختلف ہے۔

آئین کی دفعہ ۹، ۱۰، ۱۴، ۱۱ اس بات کا یقینی قانونی تصور مہیا کرتی ہیں کہ کسی بھی شخص کو جو پاکستان میں موجود ہو اس کے خلاف کوئی ایسی کارروائی کی نہیں جاسکتی جس کے نتیجہ میں اس کو ذاتی یا مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔ سپریم کورٹ کے اس مسئلے پر بہت سے فیصلے موجود ہیں کہ اس طرح کا بلینک فیصلہ سرے سے ہی غیر قانونی وکالعدم تصور کیا جائے گا۔ جس میں فرداً فرداً متعلقہ شخص کا جرم وشہادت متعلقہ عدالت کے سامنے پیش نہ کی جائے۔ دوسرے اسٹیپ یعنی کسی کو ملک بدر کرنے سے پہلے جو حکومت پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ حتمی فیصلہ جس سے کسی کو ملک چھوڑنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے یہ ریاست کی انتظامیہ کا نہیں بلکہ عدلیہ کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کو اپنے فیصلوں کی توسیع کے لیے عدلیہ کے پاس جانا گوارہ ہی نہیں۔ اس کے علاوہ آئین کی دفعہ ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ اس بات کی مجموعی ضمانت دیتے ہیں کہ اگر کوئی قانونی طور پر کسی جرم میں ملوث نہ پایا جائے تو اس کے خلاف ایک نمائشی مجموعی واجتماعی حکم نامہ اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ مزید یہ کہ ایسے تعلیمی ادارے جن کا تعلق مذہبی تعلیمات کے فروغ سے ہے ان کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے مذہب یا ایمان کے تحت اپنے اداروں میں اپنی مذہبی معلومات کو بڑھا سکیں۔ ملک بدری کے احکامات کا تعلق بنیادی طور پر ان مذہبی اداروں سے ہے جو اسلام کی تعلیمات کو فروغ دینے میں سراپا انہماک ہیں۔ آئین کی دفعہ ۲۰ کے تحت یہ ان کا حق ہے اور اس حق کو دینے میں آئین نے خصوصی طور پر اقلیتوں کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ وہ جو چاہے اس سلسلے میں کر سکتے ہیں۔ اگر ان کے راستے میں کوئی ممانعت موجود ہے۔ تو اس کا تعلق صرف کسی غیر قانونی کارروائی میں ملوث ہونے کا ثبوت ہے یعنی ایک مسلم، غیر مسلم تعلیمی ادارہ جو چاہے اپنے طلباء کو ہدایت دے سکتا ہے اور ایسا کرنے میں آئین نے اس

کے حق کو تحفظ دیا ہے اور اب جو کیا جا رہا ہے وہ بظاہر بعید از عقل ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں ایک مسلمان مدرسہ تعلیمی ہدایت دینے سے بظاہر روکا جا رہا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے آئین میں متعدد اور دفعات بھی موجود ہیں جن میں چیدہ چیدہ کا ذکر میں سرسری کرتا چلوں کیوں کہ ان کی مدد سے یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ Founding Fathers نے آئین میں یہ بات لکھ دی تھی کہ (۱) پاکستان ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناتے وہ تمام اقدامات اٹھائے گا جن کی معرفت اسلامی تعلیم ونظریات کو فروغ مل سکے اس سلسلے میں آرٹیکل 2 اور 2A کا حوالہ ہی کافی ہے۔ (۲) حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ نا صرف ہر پالیسی میں اسلامی طرز زندگی کو فروغ دے بلکہ ایسے اقدامات کرے جس سے اسلامی دنیا سے روابط وہم آہنگی کو فروغ مل سکے۔ اس سلسلے میں آئین کی دفعہ ۳۱ و ۴۰ واضح ہیں۔ لیکن یہاں جو ہو رہا ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ مسلم طلباء کو ملک بدر کرنے سے کسی طرح سے بھی اسلامی دنیا کو تقویت نہیں پہنچ سکتی اور یہ چیز خاص طور پر آرٹیکل ۴۰ میں لکھی ہوئی ہے کہ پاکستانی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ اسلامی ممالک کے عوام سے ہم آہنگی وتعلیم کے شعبوں میں مددگار ہونے کے لیے اپنا کردار ادا کرے گی۔ عجیب بات ہے کہ کوئی طالب علم فرانس، جرمنی، انگلینڈ یا ہالینڈ پڑھنے کے لیے آیا ہوا ہے تو وہ حکومت کو منظور ہے۔ لیکن وہ بدقسمتی سے کسی عرب یا اسلامی ملک سے تعلق رکھتا ہے تو وہ ملک بدری کے حکم کی زد میں آتا ہے۔ یہ لاجک ومنطق میری سمجھ سے باہر ہے۔ یعنی آئینی طور پر پاکستان اسلامی ملک ہے لیکن عملاً موجودہ حکومت اسلامی تعلیمات کے اداروں کو حکم دے رہی ہے کہ وہ دیگر اسلامی ممالک کے طلباء کو یہاں پڑھنے سے روک دے اور دوسرا یہ کہ ان کو ملک بھی چھوڑنا پڑے گا۔ یہ تمام تر آئینی کارروائی راقم کو غیر قانونی دکھائی دیتی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ مغربی مفادات وخواہشات کا بھرم رکھنے کے لیے ہم کھلم کھلا غیر قانونی کارروائی کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں محسوس کر رہے ہے۔ ملک بدری کے اس حکم پر تنقید کرنے میں ہماری مذہبی جماعتیں پیش پیش ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ابھی تک کسی نے بھی اس مسئلے پر قانونی چارہ جوئی کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خلوص نیت تو شاید ان کے پاس موجود ہے لیکن عملاً قانونی اہلیت سے ناواقفیت ہیں یا جانتے ہوئے بھی وہ یہ راستہ اپنانے سے کتراتی ہیں جن کی عملی مدد سے مقصد حل کیا جا سکتا ہے۔ میری سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ یہی جماعتیں سیاسی سسٹم میں تو باوجود اپنے تحفظات کے حصہ تو لیتی ہیں لیکن سسٹم کے تحت عدالتوں سے جانے میں کتراتی ہیں۔ لہٰذا میری مودبانہ گزارش یہی ہوگی کہ یہ مسئلہ نہ تو مذہبی ہے اور نہ سیاسی بلکہ سیدھا سادا قانون وآئین کے تحت پرکھنا چاہیے اور ہو سکے تو انہیں لوازمات سے رجوع کرنے سے ہی متعلقہ افراد یا جماعتیں اپنی ذمہ داری نبھانے کی کوشش کریں۔ مجھے نبن ہے کہ ایسا کرنے سے مسائل، پبلک اہمیت حاصل کر لیتے ہیں۔

☆......☆......☆